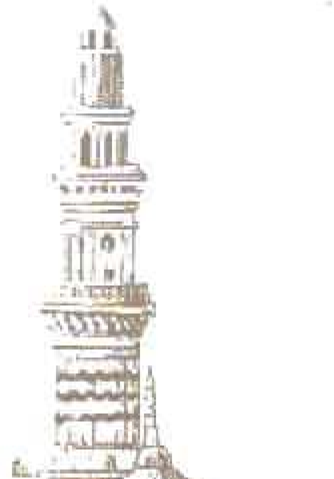
مطالعہ حدیث کورس

عدل و انصاف



23

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

مطالعہ حدیث خط و کتابت کورس

عدل و انصاف

یونٹ (۲۳)

شعبہ اسلامی خط و کتابت کورسز دعوۃ اکیڈمی'
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
پوسٹ بکس نمبر 1485
فون: 9261751-54
فیکس: 261648, 250821
ای میل: dawah@isb.compol.com

نام کورس .... مطالعہ حدیث

یونٹ نمبر 23

مؤلف .... مولانا حبیب الرحمان

ناشر .... دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی
یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان

مطبع .... ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

سن اشاعت .... 2000ء۔1421ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

پیش لفظ

انیسویں اور بیسویں صدی میں غیر مسلم اور مسلم مستشرقین کے ذہن جن بنیادی مسائل کے حل میں مصروف رہے ان میں حدیث کی تاریخی اور تشریعی حیثیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کی یہ دلچسپی ایک لحاظ سے ان کے پیش رو مستشرقین کی سرگرمیوں میں اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب تحقیق کا موضوع سابقہ محققین کی طرح شخصیت اور ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی، غزوات اور سیاسی اصلاحات کے بارے میں سوالات اٹھانا اور شکوک و شبہات کو پیدا کرنا نہ رہا بلکہ اب خود حدیث، اس کی جمع و تدوین، اس کی ثقاہت اور تاریخی و تشریعی حیثیت کو بنیادی موضوع بنایا گیا چنانچہ Guillau me, Goldzeha اور sehacht نے دین اسلام کے دو بنیادی ماخذ میں سے ایک کو موضوع تحقیق بناتے ہوئے مغربی ذرائع علم اور اپنے زیر تربیت مسلم محققین کو بڑی حد تک یہ بات باور کرادی کہ حدیث کی حیثیت ایک غیر معتبر تاریخی بلکہ قیاسی بیان کی سی ہے، اس میں مختلف محرکات کے سبب تعریفی و تو صیفی بیانات کو شامل کر لیا گیا ہے اور بہت سی گردش کرنے والی افواہوں کو جگہ دے دی گئی ہے۔ ان انتہا پسندانہ تصورات کے ساتھ ساتھ یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ بعض اصطلاحات حدیث (مثلاً صحیح، حسن، ضعیف) کا اس طرح ترجمہ کر کے پیش کیا گیا جس سے تاثر ہے کہ احادیث کے مجموعوں میں گویا ہر قسم کی سنی سنائی کہانیاں اور قصے شامل ہیں۔

ان تمام غلط فہمیوں اور بعض اوقات شعوری طور پر گمراہ کرنے کی ان کوششوں سے یہ نتیجہ نکالنا مقصود تھا کہ دینی علوم سے غیر متعارف ذہن اس نہج پر سوچنا شروع کر دیں کہ ایک مسلمان کے لیے زیادہ محفوظ یہی ہے کہ وہ قرآن کریم پر اکتفا کر لے اور حدیث کے معاملہ میں پڑ کر بلاوجہ اپنے آپ کو پریشان نہ کرے۔ اسی گمراہ کن طرز عمل کے نتیجہ میں بعض حضرات اپنے آپ کو اہل قرآن کہنے لگے۔

ہمارے خیال میں یہ دین اسلام کی بنیادوں کو نقصان پہنچانے کی ایک سوچی سمجھی حکمت عملی تھی۔ اس غلط فکر کی اصلاح الحمد للہ امت مسلمہ کے اہل علم نے بر وقت کی اور اعلیٰ تحقیقی و علمی سطح پر ان شکوک و شبہات کا مدلل، تاریخی اور عقلی جواب فراہم کیا۔

دعوۃ اکیڈمی کی جانب سے مطالعہ حدیث کورس ایک ایسی طالب علمانہ کوشش ہے جس میں مستند اور تحقیقی مواد کو سادہ اور مختصر انداز سے ۲۴ دروس (Units) میں مرتب کیا گیا ہے اس میں جن موضوعات سے بحث کی گئی ہے ان میں :

حدیث نبوی کا مفہوم و معنی	مصطلحات حدیث کا تعارف
تاریخِ تدوین حدیث	عقائد
ارکان اسلام	اخلاقی تعلیمات

وغیرہ شامل ہیں۔

ہماری کوشش ہے کہ ان دروس کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچ سکیں اور مستند اسلامی مآخذ کی مدد سے ان شکوک و شبہات کا ازالہ کریں جو بعض مستشرقین نے پھیلائے ہیں اور علوم حدیث' یا حدیث کے بارے میں مثبت اور مصدقہ معلومات ان طالبان علم تک پہنچائیں جو باقاعدہ دینی مدارس و جامعات میں حدیث کے موضوع پر تعلیم و تحقیق کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔

ان دروس کو معروف و مستند عالم دین مولانا حبیب الرحمن ریسرچ فیلو' شریعہ اکیڈمی اسلام آباد نے تحریر کیا ہے۔ تمام دروس پر دعوۃ اکیڈمی کے محققین مولانا رضا احمد صاحب اور مولانا محمد احمد زبیری صاحب نے دیدہ ریزی کے ساتھ نظر ثانی کی ہے اور ان کی اردو ادارت کے فرائض دعوۃ کے ایڈیٹر جناب محمد شاہد رفیع نے انجام دیے ہیں۔ ان دروس کی تیاری میں شعبہ تحقیق کے سربراہ ڈاکٹر محمد جنید ندوی صاحب کی شبانہ روز محنت یقیناً لائق تحسین ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دعوت دین کی یہ کوشش بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگی اور دین کی تعلیم کے فہم میں آسانی پیدا کرے گی۔

ان دروس میں جن موضوعات سے بحث کی گئی ہے ان پر متعلقہ حوالے بھی درج کر دیے گئے ہیں تاکہ طالبان علم براہ راست ان مصادر کا مطالعہ بھی کر سکیں۔ ہر یونٹ کے ساتھ سوالات بھی درج ہیں جن کے جوابات کو جانچنے کے بعد دعوۃ اکیڈمی کورس مکمل کرنے والوں کو سرٹیفیکیٹ جاری کرے گی۔ اس سلسلہ میں آپ کے مشورے اور تنقید و تبصروں سے ہمیں ان اسباق کو مزید بہتر بنانے میں غیر معمولی امداد ملے گی اس لیے بلا تکلف اپنی رائے' تنقید و مشورے سے ہمیں مطلع کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد
(ڈائریکٹر جنرل)
دعوۃ اکیڈمی

تعارف

مطالعہ حدیث کورس کا یہ تیئیسواں یونٹ ہے اور اس کا موضوع "عدل و انصاف" ہے۔

اسلامی تاریخ میں جس چیز نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی اور امت مسلمہ کو چار چاند لگائے وہ مسلمانوں کا عدالتی نظام تھا۔ اسی نظام کی بدولت مسلمان قضاۃ (ججوں) نے عدل و انصاف کی ایسی عظیم مثالیں پیش کیں کہ عقل دنگ رہ گئی۔ اس سلسلہ میں خلفائے راشدین کا دور تو خاص شہرت رکھتا ہے' بعد کے ادوار میں بھی میدان قضاء میں قاضی شریح' قاضی جمیع الباجی' قاضی ابو یوسف' قاضی ابن خلکان' قاضی ابو یعلی اور شیخ عزالدین عبدالسلام جیسے قدو قامت کے دیگر قاضیوں نے بے لاگ اور جرأت مندانہ عدالتی احکام جاری کر کے ملت اسلامی کے اندر عدلیہ کا زبردست وقار قائم کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی زمام امامت سونپی ہے۔ اس کے پیچھے دو اصول کار فرما رہے ہیں' ایک یہ کہ وہ قوم علم و معرفت میں دوسروں پر سبقت لے جائے دوسرے وہ عدل و انصاف کو اپنا شیوہ بنا لے۔ خود مسلمانوں کے اندر جب تک یہ دونوں باتیں رائج رہیں' سنت الٰہی مسلمانوں ہی کو دوسروں پر عزت و سرفرازی اور فوقیت دیتی رہی اور جب مسلم معاشرہ میں علم کے بجائے جہالت اور عدل کے بجائے ظلم کا دور دورہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے زمام قیادت چھین لی۔

اس یونٹ میں آپ عدل و انصاف کے اسلامی اصول' قاضیوں کے لیے رہنما اصول اور ہدایات' عادل اور غیر عادل قاضی' منصب قضاء کی خواہش و طلب' جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسم کھانے والوں کا ٹھکانا اور عدالتی آداب کا مطالعہ فرمائیں گے۔ اس مطالعہ سے آپ کو اسلامی عدل نظام کے اصولوں سے آگاہی حاصل ہو گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عدل و انصاف پر قائم رہنے اور قیام عدل کے لیے جدو جہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیات قرآنی

۱۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ۝ (ص ۳۸: ۲۶)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ (نائب اور حاکم) بنایا ہے۔ پس لوگوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا۔ اور آئندہ بھی نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرنا۔ (اگر ایسا کرو گے تو) وہ اللہ کے راستے سے تم کو بھٹکا دیں گی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا' اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے"۔

مفہوم:

اس آیت سے اسلام کے سیاسی و قانونی نظام میں عدل گستری کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلافت الٰہی اور نیابت خداوندی کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے ساتھ ہی جو سب سے پہلا فریضہ ان پر عائد کیا وہ لوگوں کے مابین حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم تھا۔

عدل وانصاف کے سلسلہ میں ایک مسلمان کی شان

۲۔ اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (النور ۲۴: ۵۱)

''مسلمانوں کا قول تو صرف یہی ہو سکتا ہے۔ جب کہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں کہ وہ (خوشی خوشی) کہہ دیتے ہیں کہ **سمعنا واطعنا** (ہم نے سن لیا اور ہم نے مان لیا) اور ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پائیں گے۔''

مفہوم:

ایک صحیح اور سچے مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب اس کو کسی معاملہ میں یہ کہا جائے کہ آؤ اس کا فیصلہ اللہ اور رسول کے قانون کے مطابق کرالو تو فوراً لبیک کہے' اس کے برعکس اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے قانون کو قول فیصل ماننے میں تامل کرتا ہے تو اس کے ایمان میں اتنا کھوٹ ہے جتنا وہ تامل کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

۳. **فَلَا وَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا٥** (النساء۴ : ۶۵)

''پھر قسم ہے آپ کے رب کی' یہ لوگ ایمان والے نہیں ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ کو فیصلہ کن حیثیت دیں (اور آپ سے تصفیہ کرائیں) پھر آپ کے اس فیصلہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کریں۔

مفہوم:

یعنی ایک شخص حقیقی معنوں میں صاحب ایمان اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ اپنے ہر معاملہ اور مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو فیصلہ کن مانے اور اگر آپؐ کی شریعت کا فیصلہ اس کے خلاف پڑتا ہو تو بھی اس کو دل کی رضامندی کے ساتھ قبول کرے اور دل میں کسی قسم کی تنگی یا رنج محسوس نہ کرے۔

۴. وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝

(النسآء ۴ :۳۵)

"اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک حَکَم (یعنی منصف اور ایسا شخص جو معاملہ کا تصفیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو) مرد کے خاندان سے اور ایک حَکَم (منصف) عورت کے خاندان سے بھیجو' اگر یہ دونوں (حکم اور منصف) ان دونوں میاں بیوی کے درمیان (دل سے) صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق پیدا فرما دیں گے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔"

مفہوم :

اگر کسی مقدمہ میں فریقین عدالت نہ جانا چاہیں اور باہمی مشورہ سے متفقہ طور پر کسی ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص کو حَکَم (فیصلہ کرنے والا) بنالیں تو یہ شریعت کی نظر میں بالکل جائز ہے' دور صحابہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ سب سے بڑی اور نمایاں مثال حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے اپنے اختلاف کو حَکَمین (دو فیصلہ کرنے والے اصحاب) کے سامنے پیش کرنے کی ہے۔

۵. وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

اَھْوَآءَ ھُمْ وَاحْذَرْ ھُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَھُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِھِمْ ۔ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ○اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ○

(المائدہ ۵:۴۸ ـ ۵۰)

''اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے حق کے ساتھ' اس سے پہلے جو کتابیں آئی ہیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے مطابق فیصلے کیا کیجیے۔ اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجیے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقہ تجویز کیا تھا' اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا' لیکن ایسا نہیں کیا تاکہ جو دین تم کو دیا ہے اس میں سے سب کا امتحان کریں' تو اچھی اور مفید باتوں کو دوڑ کر حاصل کر لو۔ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ پھر وہ تم سب کو بتلا دے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے اور (ہم پھر حکم دیتے ہیں) کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا کیجیے اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجیے۔ اور دیکھو ان سے اس بات کی احتیاط کرو کہ یہ تم کو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بہکا دیں۔ پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو یقین کر لو کہ بس اللہ ہی کو یہ منظور ہے کہ ان کے بعض گناہوں پر ان کو سزا دے۔ اور بلاشبہ لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہی ہیں' پھر کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا یقین رکھنے والوں کے نزدیک؟''

٦. أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

الْمُمْتَرِينَ o وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ(۱۱۵)وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ o **(الانعام ٦ :١١٤ ـ ١١٧)**

"تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک ایسی کامل کتاب تمہارے پاس بھیج دی ہے جس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کہ ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے' سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ اور آپ کے رب کا کلام حق اور عدل کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں' وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں' اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے' وہ محض گمان اور بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔"

مفہوم :

دنیا میں عدل و انصاف اور حق و راستی کے مدعی تو سبھی ہیں' لیکن عدل حقیقی اور انصاف کامل اور حق مطلق صرف اللہ کی کتاب اور اس کی شریعت میں ہے جو ناقابل تغیر و تبدل ہے۔ وحی الہٰی کی رہنمائی سے ہٹ کر جن لوگوں نے عدل و انصاف کے مقاصد کو حاصل کرنا چاہا ہے وہ ہمیشہ ناکام رہے ہیں' اس لیے کہ انہوں نے عدل کا تصور ہمیشہ اپنے ناقص خیالات' فاسد قیاسات اور محض وہم و گمان کی بنیاد پر قائم کیا اور وہ عدل و انصاف اور حق و راستی کے حقیقی اور کامل مفہوم کا ادراک کرنے سے قاصر رہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کی پیروی اور ان کے ناقص تصورات عدل کا اتباع راہ راست سے گمراہ کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہے ؟۔

غیر اسلامی عدالتوں میں مقدمات لے کر جانا

۷۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ○ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا○ (النساء ۴ :۶۰۔۶۱)

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف سے نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی (لیکن) اپنے مقدمے طاغوت کے پاس لے جانا چاہتے ہیں' حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ وہ اس کو نہ مانیں' اور شیطان ان کو بہکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ(تعالیٰ) نے نازل فرمایا ہے اور آؤ رسول کی طرف تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔“

مفہوم :

طاغوت کے لغوی معنی نہایت سرکش اور نافرمان کے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کہیں شیطان کے معنوں میں اور کہیں ان نافرمان اور سرکش قوموں کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جنہوں نے ہدایت الٰہی کے مقابلہ میں بغاوت کا راستہ اختیار کیا اور اللہ کے راستہ کے مقابلہ میں اپنا ایک الگ راستہ وضع کیا۔ اس آیت میں طاغوت سے مراد وہ تمام غیر اسلامی نظامات ہیں جن کی اساس اللہ اور رسول سے بغاوت پر ہے۔ ایمان باللہ کا تقاضا بلکہ پیشگی شرط کفر بالطاغوت ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں ایمان باللہ سے بھی پہلے کفر بالطاغوت کا ذکر کیا گیا ہے۔

فیصلے انصاف کے مطابق کئے جائیں

۸. وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ O

(المائدہ ۵: ۴۲)

"اگر تم فیصلہ کرو تو ان کے درمیان کامل عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔"

مفہوم:

یہاں عدل کے بجائے لفظ قسط استعمال ہوا ہے' قسط کے لغوی معنی ہیں ہر شخص کو اس کے حق کے مطابق اس کا حصہ مل جانا۔ یعنی عدل کی وہ کامل شکل جس میں ہر حقدار کو اس کا پورا پورا حق مل جائے۔ فیصلہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ عدل اور قسط میں فرق یہ ہے کہ عدل کے مفہوم میں محض برابری اور مساوات پیدا کر دینا ہے' جبکہ قسط کا مفہوم اس سے ذرا نازک تر اور دقیق تر ہے۔ اس کے معنی پوری پوری باریک بینی کے ساتھ حقوق کی ایسی تقسیم ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حصہ پورا پورا پہنچ جائے۔

۹. قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ (الاعراف ۸: ۲۹)

"آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب نے کامل عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔"

مفہوم:

یہاں قسط کے بجائے عدل کا لفظ استعمال کیا گیا۔ عدل کم سے کم درجہ ہے جو فیصلوں میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس سے کم تر درجہ ظلم کا ہے اور برتر درجہ قسط کا۔

احادیث نبویؐ

منصب قضاء کی نزاکت

عن بریدة قال قال رسول اللهﷺ القضاة ثلثة واحد فی الجنة واثنان فی النار فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق فجار فی الحکم فهو فی النار ورجل قضی للناس علی جهل فهو فی النار (رواه ابو داوٗد وابن ماجه مشکوة : باب العمل فی القضاء)

"حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قاضی تین قسم کے ہیں۔ ایک قسم جنت میں جائے گی اور دو قسمیں دوزخ میں۔ جنت کا حق دار وہ شخص ہے جس نے حق کو پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور جس نے حق کو پہچان کر فیصلہ کرنے میں ظلم کیا وہ دوزخ میں ہے۔ اسی طرح جس شخص نے جہالت میں لوگوں کے فیصلے کیے وہ بھی دوزخ میں ہو گا۔"

مفہوم :

۱۔ اسلامی حکومت کے قاضی میں دو بنیادی شرطیں ہونا ضروری ہیں :

(۱) قانون کی پوری واقفیت۔

(۲) ہر معاملہ میں عدل وانصاف کے تقاضوں کا لحاظ۔

اگر ان دونوں اوصاف میں سے کوئی وصف موجود نہیں ہے تو وہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے اسلامی عدالت میں قاضی کا منصب سونپا جائے۔

۲۔ وہ قاضی جو اہلیت رکھتا ہو، خود اس منصب کی خواہش اور طلب نہ کرتا ہو، اور جب فیصلہ کرنے کی یہ ذمہ داری سونپ دی جائے تو پھر عدل وانصاف اور پوری تحقیق کے ساتھ صحیح اور درست فیصلہ کرے، تو اس کا یہ عمل عبادت شمار ہو گا۔ رسول اکرم ﷺ نے خود بھی

فیصلے کئے ہیں اور صحابہ کرام کو بھی اس منصب پر مقرر فرمایا ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہﷺ من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر سکین (رواہ ابو داود و ابن ماجہ' مشکوۃ: باب العمل فی القضاء)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگوں کے درمیان (فیصلہ کرنے کے لیے) قاضی بنایا گیا گویا وہ چھری کے بغیر ہی ذبح کر دیا گیا۔"

مفہوم:

۱۔ یعنی قضا کا یہ منصب انتہائی نازک ذمہ داری پر مبنی ہے۔ اگر قاضی غیر منصفانہ روش اختیار کرتا ہے تو خدا کے ہاں پکڑا جائے گا اور اگر انصاف کی راہ پر چلتا ہے تو بااثر مجرموں کی دشمنی کا نشانہ بنتا ہے۔

۲۔ اگر ایک شخص قضاء کی اہلیت نہ رکھنے کے باوجود یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے' یا اسے خطرہ ہے کہ حکمران مجھے بے لاگ انصاف نہیں کرنے دیں گے' اور عدالت کے کام میں مداخلت کریں گے' اور پھر بھی وہ یہ منصب قبول کرتا ہے تو ایسے قاضی کے بارے میں وعید ہے کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

۳۔ ایک یہ کہ چھری سے جسم ذبح ہوتا ہے مگر یہاں جسمانی ذبح مراد نہیں ہے بلکہ روحانی اور اخلاقی ذبح مراد ہے۔

عن عبداللہ بن ابی اوفی قال قال رسول اللہﷺ: ان اللہ مع القاضی مالم یجر فاذا جار تخلی عنه ولزمه الشیطان وفی روایة تبرأ اللہ منه

(ترمذی: کتاب الاحکام)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک کہ اس نے ظلم نہ کیا ہو' جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس سے

علیحدہ ہو جاتی ہے اور شیطان کا اس پر قبضہ ہو جاتا ہے۔

مفہوم :

۱۔ معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ترغیب ہے وہ عادل قاضی کے بارے میں ہے اور جن احادیث میں عذاب کی وعید ہے وہ ظالم قاضی کے بارے میں ہے۔

۲۔ قاضی کی شرائط اہلیت یہ ہیں۔

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) مرد ہو (۶) عادل اور صالح ہو (۷) عالم اور فقیہ ہو (۸) سلیم الاعضاء ہو۔

منصب کی طلب

عن عبدالرحمن بن سمرة قال قال لی رسول اللهﷺ لا تسئل الامارة فانك ان اعطيتها عن مسئلة وكلت اليها وان اعطيتها عن غير مسئلة اعنت عليها

(بخاری، مسلم : کتاب الامارة)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا :
"امارت کی طلب نہ کرو۔ اگر تم اسے مانگ لو گے تو اسی کے حوالے کر دیے جاؤ گے اور اگر بن مانگے امارت ملے گی (تو اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ کی طرف سے) تمہاری مدد کی جائے گی۔"

مفہوم :

۱۔ امارت و حکومت کی ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہیں کہ کوئی دیانتدار صاحب فہم اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے خود آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص اس سلسلے میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو وہ ان مناصب کی نزاکت اور ذمہ داریوں سے بے خبر ہے یا پھر وہ عہدوں کا بھوکا اور ہوس اقتدار میں مبتلا ہے۔ ان دونوں میں سے ہر شکل

ایسے شخص کے نااہل ہونے کے لیے کافی ہے۔

۲۔ قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ ایک حالت میں طلب قضاء ممنوع ہے' اگر اہلیت ودیانت رکھنے والے متعدد علماء موجود ہوں تو اس حالت میں اس عہدے کی طلب جائز نہیں ہے اور یہ حکومت کا فرض ہے کہ اہل تر کا انتخاب کر کے یہ منصب اس کے سپرد کرے' لیکن اگر ایک شخص کے علاوہ کوئی اہل نہ ہو تو پھر طلب قضانہ صرف جائز ہے بلکہ بعض کے نزدیک مستحب یا واجب ہے۔

۳۔ منصب کی طلب کی یہ ممانعت کوئی قانونی حکم نہیں ہے کہ اس کو عدالت یا حکومت کے احکام سے نافذ کرایا جا سکے' بلکہ یہ ایک اخلاقی ہدایت ہے جس کی ہر مسلمان کو خود پیروی کرنی چاہیے۔

۴۔ جس قاضی کو ذمہ داران حکومت اس کی اہلیت کی بنا پر مامور کریں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی راہنمائی اور توفیق سے نوازا جاتا ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہﷺ من ابتغی القضآء وسأل وکل الی نفسه ومن اکره علیه انزل الله ملکا یسدده

(رواه الترمذی وابن ماجة' مشکوة: باب العمل فی القضآء)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''جس نے منصب قضا طلب کیا وہ اپنے نفس کے حوالے کر دیا جائے گا اور جو اس پر مجبور کیا گیا اللہ تعالیٰ فرشتہ نازل فرمائے گا جو اسے سیدھا چلاتا رہے گا۔''

طلب مناصب کے حدود

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہﷺ من طلب قضآء المسلمین حتی یناله ثم غلب عدله جوره فله الجنة ومن غلب جوره عدله فله النار

(رواه ابو داؤد' مشکوة: باب العمل فی القضاء)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے منصب قضاء طلب کیا اور اسے پالینے کے بعد اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آگیا اس کے لیے جنت ہے اور جس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آگیا اس کے لیے دوزخ ہے۔“

مفہوم:

۱۔ عام حالات میں شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ ایک مسلمان ذمہ دارانہ مناصب کے لیے خود تگ ودو نہ کرے کیونکہ اس طرح اس کا تقویٰ داغدار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن حرص و طمع میں مبتلا ہوئے بغیر اگر کوئی شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ اس کے آگے بڑھنے سے واقعی حق و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں اور شر و فساد کے علمبرداروں کا زور توڑا جا سکتا ہے تو یہ ایک مستثنیٰ شکل ہے۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب کہ اس کام کے لیے دوسرا قابل اعتماد سیرت والا شخص معاشرے میں موجود نہ ہو۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ طلب منصب کے بارے میں مخالف اور موافق دونوں قسم کی روایات کا صحیح مطلب سامنے آجائے۔

۲۔ بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ اس آزمائش کی بھٹی میں ڈالنے سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ جو قاضی بنا گویا وہ چھری کے بغیر ہی ذبح کر دیا گیا۔

عادل قاضی کا مقام و مرتبہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: ”سبعة يظلهم الله فی ظله يوم لاظل الا ظله ‘امام عادل‘ وشاب نشأ فی عبادة الله تعالیٰ‘ ورجل قلبه معلق فی المساجد‘ ورجلان تحابا فی الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه‘ ورجل دعته امراة ذات منصب وجمال فقال انی اخاف الله‘ ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شماله

ما تنفق یمینه، ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ" **(بخاری: کتاب الزکوٰۃ)**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے خاص سائے میں اس دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ منصف حاکم اور وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پرورش پائی ہے، اور وہ آدمی جس کا دل مسجد سے اٹکا رہے، اور وہ دو افراد جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کریں اسی پر اکٹھے ہوتے ہوں اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں، اور وہ آدمی جسے صاحب مرتبہ اور حسن و جمال والی عورت بدکاری کی دعوت دے اور وہ (انکار کردے اور) کہے کہ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جو صدقہ خیرات کرے پھر اسے اتنا پوشیدہ رکھے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے پھر اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔"

مفہوم:

۱۔ عدل کرنے والا قاضی اور حاکم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے کیونکہ اس نازک ذمہ داری سے خوف خدا کے بغیر عہدہ براء ہونا ناممکن ہے۔

۲۔ اسلام میں جس کا جس قدر بلند مقام اور رتبہ ہے اسی قدر اس کی ذمہ داری بھی نازک ہے اور آزمائش کی اس بھٹی سے سلامت گزر جانا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، یہاں بڑے بڑے پارسا ڈگمگا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد اور توفیق کے بغیر اس قسم کی آزمائشوں میں سرخرو ہونا بہت مشکل ہے۔

عن عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول "اهل الجنة ثلاثة: ذوسلطان مقسط موفق، ورجل رحیم رقیق القلب لکل ذی قربی ومسلم، وعفیف متعفف ذوعیال" **(مسلم: کتاب الاقضیة)**

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا "تین قسم کے لوگ جنتی ہیں۔ ایک وہ حاکم جو انصاف کرنے والا ہو اور جسے نیکی کی توفیق دی گئی ہو۔ دوسرا وہ آدمی جو ہر رشتہ دار اور مسلمان کے لیے مہربان اور نرم دل ہو اور تیسرا وہ پاک دامن انسان جو عیال دار ہو اور سوال سے بچے۔"

عن عبداللہ بن العاص رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ : "ان المقسطین عند اللہ علی منابر من نور: الذین یعدلون فی حکمھم وأھلیھم وما ولوا"

(مسلم: کتاب الاقضیة)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یقیناً عدل و انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے حکم میں (فیصلوں میں) اور اہل و عیال کے بارے میں اور ان کاموں میں جو ان کے سپرد ہیں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔"

فریقین کے درمیان مکمل مساوات

عن عبداللہ بن زبیر قال قضی رسول اللہ ﷺ ان الخصمین یقعد ان بین یدی الحاکم (رواہ احمد و ابو داؤد' مشکوۃ : باب الاقضیہ)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مدعی اور مدعا علیہ دونوں قاضی کے سامنے پیش کیے جائیں"۔

مفہوم:

۱۔ عدالت کے سامنے فریقین کی حاضری ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی فریق کو دولت' منصب یا اثر و رسوخ کی بنا پر عدالت کی پیشی سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے۔

۲۔ فریقین میں سے کسی ایک کے ساتھ کسی طرح کا امتیازی برتاؤ عدالتی آداب اور انصاف کے

منافی ہے۔

۳۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اس قسم کا ایک واقعہ رونما ہو چکا ہے' کسی معاملہ میں حضرت عمرؓ اور ابی بن کعبؓ نے حضرت زیدؓ کو اپنا حکم (ثالث) بنایا' جب حضرت عمرؓ تشریف لائے تو حضرت زیدؓ نے انہیں بیٹھنے کے لیے کہہ دیا آپ نے فرمایا کہ "یہ تمہارا پہلا ظلم ہے اور یہ کہہ کر ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

۴۔ کسی کو اپنے گھر بلا کر تنہا گفتگو نہ کرے۔

۵۔ اس قسم کی کامل مساوات ملحوظ رکھنے سے اسلامی نظامِ عدل کے تحت عدل ہوتا دکھائی بھی دیتا ہے اور انصاف کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں۔

عن ام سلمة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: من ابتلى بالقضاء بين الناس فلا يرفعن صوته على أحد الخصمين مالا يرفع على الآ خر

(سنن دارقطني: ج ۲'ص ۵۱۲)

ام المؤمنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی آزمائش میں ڈال دیا جائے' اس کو چاہیے کہ کسی صورت میں بھی ایک فریق سے دوسرے فریق کے مقابلہ میں زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرے۔"

مفہوم:

۱۔ یعنی قاضی کو چاہیے کہ گفتار' کردار' لب و لہجہ ہر چیز میں دونوں فریقوں سے بالکل یکساں سلوک کرے۔

۲۔ ایک دوسری روایت میں عدل کا اعلیٰ ترین معیار یہ بیان کیا گیا ہے "**فليعدل بينهم في**

لحظه واشارته و مقعده"(وہ ان کے درمیان اپنی نظروں' اشاروں اور انداز نشست میں بھی عدل سے کام لے) یعنی ایک فریق کی طرف زیادہ دھیان دینا' یا اس کی طرف رخ کر کے بیٹھنا اور اس کی بات بھرپور توجہ سے سننا اور دوسرے کی کم توجہ سے سننا بھی عدل کے منافی ہے۔

غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا چاہیے

عن عبدالرحمن بن ابی بکرة قال: قال کتب ابو بکرة الی ابنه:وکان بسجستان' ان لا تقض بین اثنین وانت غضبان فانی سمعت النبیﷺ یقول: لا یقضین حکم بین اثنین وهو غضبان (بخاری: کتاب الاحکام)

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرہ سے روایت ہے' بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرہ نے اپنے صاحبزادے کو جو سجستان (موجودہ پاکستان کا شمال مغربی بلوچستان اور اس کے اطراف کا علاقہ) میں (قاضی) تھے لکھا "تم دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا' اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کوئی حاکم دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں ہرگز فیصلہ نہ کرے۔

مفہوم:

۱۔ غصہ کی حالت میں فیصلہ دینے کی ممانعت بار بار اور نہایت واضح الفاظ میں احادیث میں وارد ہوئی ہے۔لہذا غصہ کی حالت میں مقدمات کا فیصلہ دینا ناجائز اور حرام ہے۔

۲۔ اس لیے کہ غصے کی حالت میں عموماً انسان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور قوت فیصلہ نقطہ اعتدال سے خاصی ہٹ جاتی ہے اور اس امر کا بہت قوی امکان ہو جاتا ہے کہ غلط فیصلہ صادر ہو جائے۔

قاضی کو پورے سکون واطمینان سے مقدمہ سننا چاہیے

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ: لا یقضی القاضی الا وھو شبعان ریان (سنن الدارقطنی' ج۲'ص ۵۱۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: قاضی صرف اس وقت قضاء کے فرائض انجام دے جب وہ خوب کھایا پیا اور سیر ہو (بھوکا یا پیاسا نہ ہو)"

مفہوم:

۱۔ سخت بھوک پیاس کے عالم میں انسان کی توجہ بٹی ہوئی ہوتی ہے اور ذہن صحیح طور پر کام نہیں کر رہا ہوتا' ایسے میں مقدمات نہ سننے چاہئیں ورنہ کسی غلط فہمی' گھبراہٹ یا جھنجلاہٹ کی وجہ سے غلط فیصلہ سرزد ہو جانے کا خاصا امکان ہوگا۔

۲۔ یہی وجہ ہے کہ شدید بھوک پیاس کی حالت میں نماز جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی سے بھی روکا گیا ہے' اور تلقین کی گئی ہے کہ پہلے کھا پی کر سیر ہو جاؤ پھر اطمینان سے نماز پڑھو اور اس کا حق ادا کرو۔ بھوک پیاس میں نماز کا حق ادا کرنا بہت مشکل ہے اور ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

عدلیہ اور پولیس

عن انسؓ ان قیس بن سعد کان یکون بین یدی النبیﷺ بمنزلة صاحب الشرط من الامیر (بخاری: کتاب الاحکام)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیس بن سعد کی حیثیت رسول اللہﷺ کے روبرو ایسی ہوتی تھی جیسے امیر کے روبرو پولیس افسر کی ہوا کرتی ہے۔"

مفہوم :

۱۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ بطور قاضی کے مقدمات کی سماعت کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے تو حضرت قیس بن سعد بن عبادۃ ایک پولیس افسر کی حیثیت سے پیشی میں کھڑے ہوا کرتے تھے۔

۲۔ یہ قیس بن سعد مدینہ کے نہایت ہی خوبصورت' قدآور' تنومند اور مضبوط بدن کے نوجوان تھے' ان کے والد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ بنو خزرج کے سردار تھے۔

۳۔ اس حدیث سے صاف اشارہ ملتا ہے کہ اسلامی نظام عدالت میں پولیس (بالخصوص اس کا وہ شعبہ جو احتساب اور استغاثہ و تحقیق جرائم سے متعلق ہے) عدلیہ کی براہ راست نگرانی اور ماتحتی میں ہونا چاہیے۔

عدالتیں ہر وقت کھلی رہنی چاہئیں

عن ابی مریم صاحب رسول اللہ ﷺ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من ولی من امر المسلمین شیئا فاحتجب دون خلتھم وحاجتھم و فقرھم وفاقھم احتجب اللہ عزوجل یوم القیامۃ دون خلتہ وفاقتہ وحاجتہ وفقرہ

(المستدرک علی الصحیحین ' ج۴' ص ۹۳)

رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابو مریم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس شخص کو مسلمانوں کے کسی معاملہ کا والی بنایا گیا اور وہ ان سے چھپ کر ان کی بہی خواہی' ان کی ضروریات' ان کے فقر و تنگ دستی اور ان کے فاقہ سے غافل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس سے چھپ کر اس کی بہی خواہی' اس کی ضروریات' اس کے فقر و تنگ

دستی اور اس کے فاقہ سے توجہ پھیر لیں گے۔"

مفہوم :

۱۔ یہ ایک عام ہدایت ہے جو ان تمام ریاستی کارندوں کے لیے ہے جو مختلف خدمات کی انجام دہی کے لیے مقرر ہوں اور ریاستی خزانہ سے تنخواہ وصول کرتے ہوں۔ لہٰذا عدالتوں اور عدالتی کارکنوں پر یہ اصول بطریق اولیٰ لاگو ہوگا' اس لیے کہ اسلام کی نظر میں عدل بین الناس ریاست کا سب سے اعلیٰ اور اولین فریضہ ہے۔

۲۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کی نگاہ میں عدل و انصاف کی فراہمی میں تاخیر انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

قاضی اور اجتہاد

ان رسول اللہ ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال : کیف تقضی؟ فقال' اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ؟ قال فبسنة رسول اللہ' قال ان لم یکن فی سنة رسول اللہ ﷺ؟ قال: اجتهد برأیی قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ.

(جامع ترمذی: کتاب الاحکام)

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن (کا قاضی بنا کر) بھیجا' اس موقع پر آپؐ نے ان سے فرمایا: تم کس طرح فیصلے کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: "میں جو کچھ کتاب اللہ میں پاؤں گا اس کے مطابق فیصلے کیا کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر (متعلقہ معاملہ کا حکم) کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟ انہوں نے جواب دیا: تو پھر اللہ کے رسول (ﷺ) کی سنت کے مطابق۔ آپؐ نے فرمایا: اگر رسول اللہ کی سنت میں بھی نہ ہو تو؟ انہوں نے جواب دیا میں اپنی رائے اور صوابدید سے اجتہاد کروں گا آپؐ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے ایلچی کو حسن توفیق سے نوازا"

مفہوم :

۱۔ یہ حدیث جس کو ترمذی کے علاوہ ابو داؤد اور امام احمد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے نہایت مشہور و معروف حدیثوں میں سے ہے۔

۲۔ علمائے اصول نے اس سے بہت سے مسائل کا استخراج کیا ہے۔ اسلامی قانون کے ماخذ و مصادر کے سلسلہ میں بھی جو احادیث آئی ہیں ان میں یہ اہم ترین حدیث ہے۔

۳۔ اس میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ اجتہاد کی گنجائش صرف ان معاملات میں ہے جن میں کتاب و سنت خاموش ہوں اور جن کے بارے میں امت کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہو کہ روح شریعت اور مقاصدِ اسلام کے پیش نظر کوئی بھی مناسب طرز عمل اختیار کرے۔

۴۔ اس حدیث میں سنت کے بعد اجماع امت کا ذکر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی موجودگی میں اجماع منعقد نہیں ہو سکتا تھا۔ اجماع صرف اس صورت میں ماخذ قانون ہے جب نبی موجود نہ ہو۔

عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله ﷺ قال: اذا حكم الحاكم فاجتهد ' ثم اصاب فله' اجر ان واذا حكم فاجتهد ثم اخطا فله اجر

(صحيح مسلم: كتاب الاقضية)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا : جب حاکم عدالت فیصلہ کے دوران اجتہاد کرتا ہے اور درست راہ کو پالیتا ہے تو اس کے لیے دہرا اجر ہے' اور اگر وہ فیصلے کے دوران اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اس کے لیے ایک ہی اجر ہے۔"

مفہوم :

۱۔ اجتہاد کے معنی ہیں اپنی تمام علمی و فکری صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی معلوم کرنے کے

لیے بھرپور طریقہ سے پوری دیانت داری کے ساتھ استعمال کرنا' یہ عمل خود اپنی جگہ عبادت ہے اس لیے اس کا اجر لازماً ملتا ہے۔

۲۔ نادانستہ غلطی کر جانے کے باوجود ایک اجر تو پکا ہے' درست نتیجہ تک پہنچنے کی صورت میں بقدر اخلاص و کوشش دو گنے سے دس گنے اجر تک کا ذکر مختلف احادیث میں موجود ہے۔

۳۔ اجتہاد کا صحیح مفہوم و مدعا سمجھنے میں لوگ عموماً غلطی کر جاتے ہیں۔ بعض مغربی مصنفین کے اثر سے ہمارے ہاں آج کل اس کا مفہوم آزادانہ رائے کے قریب لیا جانے لگا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اجتہاد سے مراد وہ انتہائی کوشش ہے جو کسی ایسی صورت حال میں اللہ کی مرضی اور اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے کی جائے جس کے بارے میں کوئی ہدایت کتاب و سنت میں موجود نہ ہو۔

قاضی اور رشوت

عن ابی حمید الساعدی قال: قال رسول اللہ ﷺ: ھدایا الامراء غلول"

(السنن الکبریٰ' بیہقی' ج ۱۰)

حضرت ابو حمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے' بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکام کو دیے جانے والے ہدایا اور تحائف ناجائز مال ہیں۔"

مفہوم:

۱۔ غلول کے معنی ہیں ملاوٹ' ہیرا پھیری اور دھوکہ دہی سے کمایا ہوا مال۔ حکام اور امراء کو مختلف لوگ ہدیا اور تحائف کے نام سے جو کچھ پیش کرتے رہتے ہیں وہ اگرچہ بظاہر ہدیہ' یا تحفہ کے معصوم نام سے دیا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ رشوت کی ایک قسم ہوتی ہے۔

۲۔ لہٰذا جو ہدیہ صرف اس وجہ سے دیا جائے کہ متعلقہ شخص کوئی اعلیٰ سرکاری افسر' حاکم عدالت

یا کارندہ ہے وہ رشوت ہے' اور حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی ہدیہ ایسا ہو جو خاص اس شخص کو دیا جانا مقصود ہو اور اس میں اس کے عہدہ کے اثر ورسوخ کو دخل نہ ہو (جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ شخص منصب پر فائز ہونے سے قبل بھی اس شخص کے اسی طرح کے ہدایا قبول کرتا رہا ہو) تو ایسا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

نااہل قاضی کے تقرر کا وبال

عن ابن عباس رضی الله عنهما' قال: قال رسول اللهﷺ : من استعمل رجلا من عصابة وفی تلك العصابة من هو ارضی لله منه فقد خان الله وخان رسوله وخان المؤمنین. (المستدرك علی الصحیحین' ج ۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: جس شخص نے (یعنی حکمران یا حاکم نے) ایک جماعت میں سے کسی شخص کو حاکم مقرر کیا اور اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہے جو اللہ کی نظر میں زیادہ پسندیدہ ہے تو ایسا تقرر کرنے والے شخص نے اللہ سے خیانت کی' اللہ کے رسول سے خیانت کی اور اہل ایمان سے خیانت کی۔"

مفہوم:

۱۔ یہ ایک عام ہدایت ہے جو تمام سرکاری تقرریوں کے لیے ہے' عدالتی تقرریوں کا معاملہ تو بہت ہی اہم اور نازک ہے اس لیے کہ کسی نااہل کی عدالتی منصب پر تقرری نہایت وبال کا موجب ہوگی۔

مدعی اور مدعا علیہ کے لیے شرعی ضابطہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبیﷺ قال لو یعطی الناس بدعواهم لادعی ناس دمآء رجال واموالهم ولکن الیمین علی المدعی علیه

(مسلم: کتاب الاقضیه)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کے حق میں فیصلے محض ان کے دعووں کی بنا پر کر دیے جائیں تو پھر ہر شخص کی جان و مال کے مدعی پیدا ہو جائیں (اور کوئی بھی ایسا نہ رہے کہ اس کی جان اور مال محفوظ ہو) اس لیے مدعی علیہ کو حلف اٹھانے کا حق ملنا چاہیے۔''

مفہوم:

۱۔ دوسری روایت میں ہے کہ مدعی اپنے دعوے کے ثبوت میں گواہ پیش کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں مدعی علیہ حلف اٹھا کر الزام سے بری ہو سکتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر حریص اور لالچی پیدا ہوا ہے' اگر اس کی حرص کو حدود و قیود کے اندر نہ رکھا جائے تو لوگ ایک دوسرے کے جان و مال کے درپے ہو جائیں۔

۳۔ اس کی روک تھام کے لیے جہاں شریعت نے اور بہت سے اصول وضع کئے ہیں وہاں یہ بھی کہا ہے کہ اول تو مدعی سے ثبوت مانگا جائے گا' اگر وہ ثبوت فراہم نہ کر سکے اور اسے اپنے دعوی کی صحت پر اصرار ہو تو مدعی علیہ کو قسم دی جا سکتی ہے۔

عن علقمه بن وائل بن حجر الحضر می عن ابيه قال: جاء رجل من حضر موت 'ورجل من كندة الى رسول الله ﷺ : فقال الحضر مى: يا رسول الله ان هذا غلبنى على ارض كانت لابى. فقال الكندى : هى ارضى فى يدى ازرعها' ليس له فيها حق فقال النبى ﷺ للحضر مى: الك بينة؟ قال: لا قالٌ: فلك يمينه۔ قال: يا رسول الله! انه فاجر ليس يبالى ما حلف' ليس يتورع من شىء فقالٌ: ليس لك منه الا ذلك

(ابو داوٗد' ابواب القضاء)

علقمہ بن وائل بن حجر الحضرمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک شخص حضر موت کا اور ایک شخص کندہ کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرمی (حضر موت کے باشندہ) نے کہا: یا رسول اللہ! اس شخص نے ایک زمین مجھ سے زبردستی چھین لی ہے جو میرے والد کی تھی" کندی نے کہا۔ "یہ تو میری زمین ہے جس کو میں کاشت کرتا ہوں اس کا اس میں کوئی حق نہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے حضرمی سے فرمایا: تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے عرض کیا: "نہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "پھر تم اس کو قسم دلا سکتے ہو۔" اس (حضرمی) شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو ایک بدکردار شخص ہے اس کو کوئی پروا نہیں ہوگی کہ اس نے کیا قسم کھائی، یہ تو کسی چیز سے جھجکتا ہی نہیں اور نہ اس کو خوف خدا ہے۔" آپؐ نے فرمایا: تمہیں تو بہر حال اتنا ہی حق حاصل ہے (کہ اس کو قسم دلا سکو)۔"

مفہوم:

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مدعی کے پاس اگر ثبوت نہ ہو تو مدعا علیہ کے قسم کھا لینے سے مقدمہ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ بات اہمیت نہیں رکھتی کہ مدعا علیہ کے جھوٹی قسم کھا لینے کا خطرہ ہے۔

مصالحت اور راضی نامہ

قال الله تعالی : وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ(٤٠)وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ(٤١)إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ(٤٢)وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ(٤٣) **(الشوری:۴۰ ـ ۴۳)**

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی (یعنی اتنی ہی) پھر (انتقام کی اجازت اور موقع ہونے کے باوجود) جو شخص معاف کر دے اور مصالحت کر لے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے' واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا' اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی اور تکبر کرتے ہیں' ایسوں کے لیے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

وضاحت :

یہ ہدایت فوجداری معاملات سے متعلق ہے۔ کسی زیادتی کا بدلہ جوابی زیادتی (انتقام قصاص) ہے بشرطیکہ اتنا ہی اور ویسا ہی ہو' لیکن اگر کوئی شخص معاف کر دے یا صلح کر لے تو بہت ہی بہتر بات ہے۔

عن کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ ﷺ قال: الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا حرم حلالا اواحل حرامًا والمسلمون علی شروطھم الا شرطا حرم حلالا اواحل حراما

(جامع ترمذی: کتاب الاحکام)

کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن عوف) سے اور وہ ان کے دادا (یعنی اپنے والد عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے مابین ہر قسم کی صلح اور راضی نامہ جائز ہے سوائے اس صلح اور راضی نامہ کے جس سے کوئی جائز چیز حرام ہوتی ہو یا ناجائز چیز حلال ہوتی ہو' اسی طرح مسلمانوں کی آپس کی طے کردہ تمام شرائط واجب التعمیل ہیں سوائے ان شرائط کے جن سے کوئی حلال چیز حرام ہوتی ہو یا حرام چیز حلال ہوتی ہو۔

وضاحت :

اسلامی شریعت کی رو سے مقدمہ بازی سے کہیں بہتر ہے کہ فریقین آپس میں مصالحت اور راضی نامہ کرلیں بشرطیکہ اس سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔

جھوٹے مقدمات دائر کرنے کی ممانعت

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ (البقرة ۲ : ۱۸۸)

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ اور ان (کے جھوٹے مقدمہ) کو حکام کے یہاں اس غرض سے مت دائر کرو کہ (اس کے ذریعہ سے) لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے طور پر (یعنی ظلم سے) کھاجاؤ اور تم کو اپنے اس جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو۔"

جھوٹے دعویٰ کا گناہ

عن ابی ذرأنه سمع رسول اللهﷺ یقول: من ادّعی ما لیس له فلیس منا، ولیتبوا مقعده من النار (سنن ابن ماجه: کتاب الاقضیة)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جس شخص نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس کو چاہیے کہ وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے۔"

وضاحت :

اس وعید میں جھوٹے دعوے کرنے والے کے ساتھ ساتھ جانتے بوجھتے ان کی تائید کرنے والے وکلاء، دوست، احباب، رشتہ دار سب شامل ہیں۔ یہ سخت وعید اس وجہ سے ہے کہ جھوٹے

دعوے میں بہت سے گناہ شامل ہوجاتے ہیں(۱) جھوٹ بولنا (۲) عدالت کو دھوکہ دینا (۳) نظام عدل میں رکاوٹ ڈالنا (۴) دوسرے کا مال ناجائز طور پر چرانا اور کھانا وغیرہ وغیرہ

وکیل کے فرائض

قال الله تعالی : إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا(۱۰۵)وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا(۱۰۶)وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا(۱۰۷)يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا(۱۰۸)هَاأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (۱۰۹) **(النساء ۴ : ۱۰۵۔ ۱۰۹)**

”بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے حق کے مطابق ' تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلے کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھلا دیا ہے۔ اور تم خائن لوگوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والا نہ ہو اور استغفار کرو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو' جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے (اس لیے کہ اس سے تو نہیں چھپ سکتے) حالانکہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کے پاس ہوتا ہے جب وہ خلاف مرضی الٰہی گفتگو کے متعلق راتوں کو تدبیریں کرتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ ان سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ ہاں تم وہ لوگ ہو کہ تم نے اس دنیاوی زندگی میں تو ان

لوگوں کی طرف سے خوب جواب دہی کی باتیں کرلیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جواب دہی کرے گا؟ یا وہاں کون شخص ان کا وکیل وکارساز ہوگا۔"

وضاحت :

قرآن کریم کی یہ ہدایات یوں تو عام ہیں لیکن ہمارے وکلاء کے لیے خاص طور پر توجہ کی مستحق ہیں۔ کسی بددیانت اور خائن شخص کا دفاع کرنا اور اس کے مقدمہ کی پیروی کرنا ان آیات کی رو سے سخت ممنوع اور ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ ایسے لوگ جب راتوں کو بددیانتی کی تدبیریں سوچتے ہیں تو ان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ آج اگر وہ دنیا میں ان خائن اور بددیانت لوگوں کی طرف سے مقدمہ بازیاں کررہے ہیں تو کل روز قیامت اللہ رب العزت کی عدالت میں کون ان کا دفاع کرے گا؟ وہاں کون ان کا وکیل ہوگا؟

جھوٹے مقدمہ کی وکالت اور اس میں تعاون

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ : من اعان علی خصومة لا يعلم احق ام باطل فهو في سخط الله حتى ينزع (مجمع الزوائد' جلد ٤ : بحواله طبراني اوسط)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے 'بیان کرتے ہیں : رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : جس شخص نے کسی ایسے مقدمہ میں کسی شخص کی مدد کی جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ وہ مقدمہ سچا ہے یا بے بنیاد ہے تو وہ شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا شکار رہے گا جب تک اس کی مدد سے دستبردار نہ ہو جائے۔"

مفہوم :

۱۔ ہمارے وکلاء حضرات کو خاص طور پر اس ارشاد کو یاد رکھنا چاہیے اور کوئی ایسا مقدمہ پیروی کے لیے نہیں لینا چاہیے جس کے بارے میں ان کو یقین نہ ہو کہ ان کا موکل حق پر ہے۔

۲۔ ورنہ اگر انہوں نے مشکوک مقدمہ میں بھی اپنے موکل سے تعاون کیا تو شدید خطرہ ہے کہ یہ وعید ان پر صادق آجائے۔

عن ابی الدرداء رضی الله عنه عن النبیﷺ قال : ایما رجل شد غضبا علی مسلم فی خصومة لا علم له بها فقد عاند الله حقه و حرص علی سخطه وعلیه لعنة الله تتابع الی یوم القیامة (مجمع الزوائد ' ج۴' ص۲۰۱)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا : جس شخص نے بھی کسی مسلمان کے خلاف کسی ایسے مقدمے میں سختی یا غصہ سے کام لیا جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا (کہ وہ سچا مقدمہ ہے یا جھوٹا) تو اس نے اللہ کے حق سے دشمنی کا ارتکاب کیا' اللہ کی ناراضی جانتے بوجھتے مول لی اور اس پر پے در پے قیامت تک اللہ کی لعنت ہوتی رہے گی۔"

غلط قانونی مشورہ

عن ابی هریرة عن النبیﷺ قال: من افتی بفتیا غیر ثبت فانما اثمه علی الذی افتاه (مسند احمد: مرویات ابو هریرةؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا :" جس شخص کو کوئی فتوی دیا جائے جو درست نہ ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اس کو وہ فتوی دیا ہو۔"

مفہوم :

ا۔ یہ ارشاد نبوی ﷺ نہ صرف ان اصحاب کے لیے ہے جو معروف معنوں میں مفتی ہوں بلکہ ان تمام اصحاب کے لیے بھی ہے جن کو کبھی بھی کسی مسئلہ میں شرعی یا اسلامی نقطہ نظر بیان

کرنا پڑے' اگر کوئی شخص غلط طور پر کسی کو شریعت کا حکم بتائے اور اس کے بتائے ہوئے غلط حکم پر کوئی شخص ناواقفی یا محض اعتماد کی بنیاد پر عمل بھی کرے تو اس کا سارا وبال اسی شخص پر ہو گا جس نے وہ غلط حکم بتایا تھا۔

۲۔ اس لیے ہر جگہ عام طور پر اور عدالت میں خاص طور پر کسی شرعی مسئلہ کی وضاحت میں بڑی احتیاط اور باریک بینی سے کام لینا چاہیے۔

قانونی معافی کی حدود

عن عائشة رضی الله عنها ان النبیﷺ قال اقیلوا ذوی الهیأت عثراتهم الا الحدود. (رواہ ابو داؤد' کتاب الحدود)

بروایت عائشہؓ نبی ﷺ نے فرمایا: "حیثیت والوں سے ان کی لغزشیں معاف کر دو۔ مگر یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود معاف نہیں ہو سکتیں۔"

مفہوم:

۱۔ یہاں "حیثیت" سے مراد وہ اعزاز و احترام ہے جو ایک مسلم سوسائٹی میں علم و تقویٰ اور دینی خدمات کی بنا پر حاصل ہوتا ہے۔ ایسے افراد سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اسے نظر انداز کر دینا ہی مناسب ہے۔

۲۔ اس حدیث کی تائید میں حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے محض اپنے ذاتی مصالح کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کا ایک راز مشرکین مکہ پر ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کا یہ جرم محض اس لیے معاف کر دیا گیا کہ انھوں نے جنگ بدر کے نازک موقع پر دشمنوں کے مقابلہ میں جان کی بازی لگا دی تھی۔

۳۔ لیکن خلیفہ وقت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی بڑے سے بڑے متقی اور مجاہد کی خاطر حدود اللہ کو ٹال سکے۔

مقدمہ چلائے بغیر نظر بند رکھنا

عن عآئشة قالت قال رسول اللہﷺ ادروء الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئی فی العقوبة (رواہ الترمذی۔ کتاب الحدود)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں سے شرعی حدود کے نفاذ کو ٹالتے رہو۔ اگر ذرا سی بھی گنجائش نظر آجائے تو ملزم کی راہ نہ روکو' اس لیے کہ امیر وقت کا ملزم کے چھوڑ دینے میں غلطی کر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں کسی بے گناہ کو نشانہ بناڈالے۔"

مفہوم:

۱۔ اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ عدالت میں مقدمہ چلانے کے باوجود اگر ثبوت جرم میں ذرا شائبہ بھی رہ جائے تو ملزم کو سزا نہیں دی جاسکتی۔

۲۔ اس سے بدرجہ اولیٰ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی کو مقدمہ چلائے بغیر نظر بند رکھنا یا کوئی اور پابندی عائد کرنا اسلامی عدل کے یکسر منافی ہے۔

نفاذ قانون میں مساوات

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہﷺ اقیموا حدود اللہ فی القریب والبعید ولا تاخذکم فی اللہ لومة لأئم (رواہ ابن ماجة۔ مشکوۃ۔ کتاب الحدود)

حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "اپنے سے قریب والوں اور دور والوں پر (یکساں) حد جاری کرو۔ اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی تمہیں پروا نہیں ہونی چاہیے۔"

قانونی مساوات

عن ام سلمة ان النبیﷺ کان فی بیتها فدعی وصیفة له اولها فابطأت فاستبان الغضب فی وجهه فقامت ام سلمة الی الحجاب فوجدت الوصیفة تلعب ومعه سواك فقال لو لا خشیة القود یوم القیمة لاوجعتك بهذا السواك

(الادب المفرد، باب قصاص العبد، ص ۲۹)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے مکان میں تھے تو آپؐ نے اپنی لونڈی کو بلایا۔ اس نے آنے میں دیر کر دی تو آپؐ کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا پردہ کے پاس کھڑی ہوئیں تو انھوں نے لونڈی کو کھیلتے ہوئے پایا۔ اس وقت آپؐ کے پاس مسواک تھی۔ آپؐ نے لونڈی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اگر قیامت کے دن قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تجھے اس مسواک سے سزا دیتا۔"

مفہوم:

۱۔ اس روایت میں آخرت کی عدالت کا ذکر ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب معمولی سی ضرب و توبیخ پر آخرت میں قصاص کا اندیشہ ہو سکتا ہے تو دنیاوی عدالت میں بدرجہ اولیٰ اس پر باز پرس ہو سکتی ہے۔

۲۔ غلاموں اور خادموں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہونا چاہیے اس کا ایک اعلیٰ نمونہ اس حدیث میں ملتا ہے۔

عدالت صرف ظاہری دلائل پر فیصلہ دے سکتی ہے

عن ام سلمة ان رسول اللهﷺ قال: انمآ انا بشر و انکم تختصمون الی، ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض، فاقضی علی نحو ما اسمع، فمن قضیت له

بحق اخیه شیئا فلا یأ خذه' فانمآ اقطع له' قطعة من النار (بخاری: کتاب الاحکام)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دیکھو میں بھی ایک انسان ہوں تم لوگ اپنے مقدمے اور جھگڑے لے کر میرے پاس آتے ہو' ہو سکتا ہے تم میں سے بعض لوگ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ زبان آور اور دلیل و حجت میں تیز ہوں' اب میں تو اسی بنیاد پر فیصلہ کروں گا جو میں سنوں گا۔ لہٰذا اگر میں نے کسی کے (دلائل کی بنیاد پر اس کے) کسی بھائی کے حق کا فیصلہ حقدار کے بجائے دوسرے کے حق میں کر دیا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو نہ لے' اس لیے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے جو میرے ہاتھوں کٹ کر اس کو مل گیا ہے۔"

اہم نکات:

۱۔ عدالت کا فیصلہ فریقین کے دلائل اور پیش کردہ ثبوت کی بنیاد پر ہوتا ہے' ضروری نہیں کہ ایک شخص کے بظاہر مضبوط دلائل اور قوی تر ثبوت کے پیش نظر اگر عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا ہو تو وہ واقعہ بھی درست ہو۔

۲۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ خود کو اللہ کے سامنے جواب دہ سمجھتے ہوئے حقدار کو اس کا حق دے دیں اور عدالت کے ظاہری فیصلہ کو بہانا بنا کر کسی کا حق نہ ماریں' اس لیے کہ اس صورت میں یہ آگ کا ایک قطعہ ہو گا جو عدالت کے ہاتھوں اس کو ملے گا۔

مشترک ملکیت کا فیصلہ کن صورتوں میں کیا جائے گا:

عن سعید بن ابی بردة عن ابیه عن جده ابی موسی الاشعری: ان رجلین ادعیا بعیرا او دابة الی النبی ﷺ لیست لواحد منهما بینة' فجعله النبی ﷺ بینهما.

(ابوداؤد' ابواب القضاء')

سعید بن ابی بردہ اپنے والد ابو بردہ سے اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد ابو موسیٰ اشعری رضی

اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو ایک اونٹ یا کسی اور جانور کا دعویٰ کیا۔ ثبوت ان دونوں میں سے کسی کے پاس نہ تھا (اور قبضہ بھی کسی کا نہ تھا یا دونوں ہی قابض رہے ہوں گے) تو رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کو دونوں فریقوں میں تقسیم کر دیا (یعنی مشترکہ ملکیت قرار دیا)۔

مفہوم :

۱۔ اگر فریقین دونوں ہی مدعی ہوں، لیکن اس چیز پر پر دونوں قابض نہ ہوں یا دونوں یکساں طور پر قابض ہوں اور ثبوت کسی کے پاس بھی نہ ہو تو حاکم عدالت کے سامنے کئی راستے کھلے ہیں۔

۲۔ ایک تو یہی جو اس روایت میں بیان ہوا۔ دوسرا قرعہ اندازی کا طریقہ ہے جو اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لیکن زیادہ روایات اسی کی ہیں کہ آپؐ نے اس چیز کو فریقین کی مشترک ملکیت قرار دیا۔ اس طرح کے متعدد فیصلے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ و تابعین سے بھی مروی ہیں۔

حوالات، حبس تحقیق

عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان النبي ﷺ حبس رجلا في تهمة۔

(ابو داود ' ابواب القضاء)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک الزام میں حوالات میں رکھا تھا۔

مفہوم :

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ اس کی صورت یہ تھی کہ یا تو اس نے جھوٹی گواہی دی تھی یا کسی نے

اس کے خلاف کسی جرم یا قرض وغیرہ کا دعویٰ کیا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو حوالات میں رکھا تاکہ اس وقت تک یہ معلوم ہو جائے کہ مدعی کے دعویٰ کا کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں' پھر چونکہ کوئی ثبوت نہ تھا اس لیے اس شخص کو رہا کر دیا گیا۔ لیکن حوالات میں بند کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ عدالت کی نظر میں بادی النظر Prima Facie مقدمہ میں اتنی جان ہو کہ ملزم کے مجرم قرار دیئے جانے کے قوی امکانات ہوں۔

آداب القاضی کے بارے میں عمر فاروقؓ کا مکتوب بنام ابو موسیٰ اشعریؓ

كتب عمر بن الخطاب الى ابى موسى الا شعرىؓ اما بعد فان القضاء فريضة محكمة و سنة متبعة . فافهم اذا أوتى اليك بحجة . وأنفذ الحق اذا وضح فانه لا ينفع تكلم بحق لا نفاذله. وآس بين الناس في وجهك و مجلسك وقضائك حتى لا ييأس الضعيف من عدلك ولا يطمع الشريف في جيفك. البينة على المدعي واليمين على من انكر . والصلح جائز بين المسلمين الا صلحا احل حراماً و حرم حلالاً. لا يمنعك قضا قضيته بالا مس رجعت فيه نفسك وهديت فيه لرشدك ان تراجع الحق فان الحق قديم و مراجعة الحق خير من التمارى فى الباطل . الفهم الفهم فيما يختلج فى صدرك ممالم يبلغك فى الكتاب اوالسنة اعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور عند ذالك فاعمد الى احبها عند الله واشبها بالحق فيما ترى . واجعل لمن يدعى بينة املا ينتهى اليه فان احضر بينة اخذبحقه والا وجهت القضاء عليه فأن احضر بينة اخذ بحقه والا وجهت القضاء عليه فأن ذالك اجلى للعمىٰ وابلغ فى العذر. المسلمون عدول بعضهم على بعض الا مجلود فى حد او مجرب فى شهادة

زور او ظنین فی ولاء او قرابة ان الله تولی منکم السرائرو درأعنکم بالبینات . وایاك والقلق والفجر والتأذی بالناس والتنکر للخصوم فی مواطن الحق الذی یوجب الله بها الاجرویحسن بها الذخر (اوالذکر). فانه من یصلح نیته فیما بینه وبین الله ولو علی نفسه یکفه الله فما بینه و بین الناس. ومن تزین للناس بما یعلم الله منه غیر ذالك یشنه الله فما ظنك بثواب غیر الله عزوجل فی عاجل رزقه و خزائن رحمته والسلام علیك

(السنن الکبری للبیهقی: کتاب الشهادات)

۱۔ قضا ایک محکم فریضہ اور مسلّم دینی طریقہ ہے۔

۲۔ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آجائے تو اس کے تمام پہلوؤں کو دلیل کے ساتھ اچھی طرح سمجھ لو اور جب حق واضح ہو جائے تو اسے نافذ کرو اس لیے کہ زبان سے حق بات کہہ دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ اسے عملاً نافذ نہ کیا جائے۔

۳۔ اپنی مجلس میں بٹھانے 'بالمشافہ گفتگو کرنے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے میں لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک کرو تاکہ بے اثر اور کمزور آدمی تمہارے انصاف کرنے سے مایوس نہ ہو جائے اور بااثر آدمی رعایت و طرفداری کی امید نہ کر سکے۔

۴۔ مدعی کے ذمے ثبوت پیش کرنا ہوگا اور انکار کرنے والے کو قسم اٹھانی ہوگی۔

۵۔ مسلمانوں کے درمیان صلح کرنا جائز ہے سوائے اس صلح کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتی ہو (یعنی جس کی وجہ سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو)

۶۔ کسی معاملے میں کل کے فیصلے کو آج حق کی طرف لوٹنے سے رکاوٹ نہیں بنانا چاہیے جب مزید تحقیق کے بعد اس سے صحیح فیصلہ معلوم کرنے کی تمہیں توفیق نصیب ہو جائے۔ اس لیے کہ حق ازلی ہے اور اس کی طرف لوٹنا غلطی پر جمے رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔

۷۔ اس معاملے میں پورے غور و فکر سے کام لو جس کا حل قرآن و سنت میں تم کو نہ ملے اور وہ تمہارے دل میں کھٹکتا ہو۔ امثال و نظائر کو ذہن نشین کرو اور اس حل کو اختیار کرو جو تمہاری تحقیق کے مطابق خدا کو زیادہ پسند اور حق سے زیادہ قریب ہو۔

۸۔ مدعی کو ایک متعین مدت کی مہلت دے دو اگر وہ مقررہ وقت کے اندر گواہ پیش کر دے تو اسے اس کا حق دلوا دو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ دے دو' اس سے شک و شبہ بھی اچھی طرح زائل ہو جائے گا۔ اور مدعی کو کوئی اعتراض بھی نہ رہے گا۔

۹۔ سب مسلمان ایک دوسرے پر شہادت دینے میں عادل ہیں سوائے اس شخص کے جسے سنگین جرم میں کوڑوں کی سزا دی گئی ہو یا وہ جھوٹی گواہی دینے میں مشہور ہو یا جس پر شبہ ہو کہ وہ مدعی کے ساتھ دوستانہ تعلقات یا رشتہ داری کی وجہ سے غلط بیانی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خفیہ باتوں کا فیصلہ خود کرے گا اور گواہوں کی وجہ سے اس نے تمہارے جھگڑے ختم کر دیئے ہیں۔

۱۰۔ مجلس قضاء میں غوطہ آرائی' پریشان لوگوں کو ضرر رسانی اور فریقین کے درمیان ترش روئی سے پیش آنے سے باز رہو! حق کو قائم کرنے کے ان مقامات میں کہ ان کی وجہ سے اللہ اجر و ثواب دیتے ہیں اور ان کا ذکر خیر کرتے ہیں یا ان کو اس کے لیے اچھا ذخیرہ بناتے ہیں جس شخص کی نیت اپنے اور خدا کی درمیان اچھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان پیش آنے والے معاملات کے لیے کافی ہیں اور جس نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے اس صفت اور مقام پر پیش کیا ہو جو صفت دراصل اس میں موجود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نظروں میں بدنام کر دے گا۔ پس اللہ کے سوا کسی اور سے تم کیوں امیدیں باندھتے ہو 'خدا کے دیے ہوئے رزق اور اس کی رحمت کے خزانوں کے مقابلے میں' والسلام علیک''۔

خلاصہ کلام

لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے مختلف قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے، حقداروں کو ان کا حق دلوانے، مجرموں کو سزا دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ اپنے طرز عمل اور ارشادات سے محکمہ قضاء کی پوری راہنمائی فرمائی ہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب اجتماعیت کی ایک شکل پیدا ہو گئی تو اس وقت نظام عدالت بھی اپنی ابتدائی سادہ شکل میں قائم ہو گیا، خود رسول اللہ ﷺ نبی و رسول ہونے کے ساتھ حاکم اور عدالت کے قاضی بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وان احکم بینهم بما انزل الله** (المائدہ آیت: ۴۸)

(اے پیغمبر) آپ لوگوں (کے تنازعات) کا فیصلہ اللہ کے نازل کردہ ہدایت اور اس کے قانون کے مطابق کیا کریں۔

آپ نے ان لوگوں کو جو کسی علاقہ میں عدل و انصاف کے قیام کے ذمہ دار بنائے جائیں سخت تاکید فرمائی کہ وہ اس نازک ذمہ داری کو عدل و انصاف اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دیں۔

قضاء کی تعریف

شریعت کی اصطلاح میں قضاء سے مراد حاکم عدالت یا حَکَم کا وہ فیصلہ ہے جو اس نے کسی ایسے معاملہ میں دیا ہو جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہو۔

اہمیت: قضاء ایک نہایت باعزت منصب ہے، اس کا احترام ضروری ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے قابل رشک کام قرار دیا ہے اور احادیث میں اس سلسلے میں جو وعیدیں اور تنبیہات آئی ہیں وہ صرف ان لوگوں کے لیے ہیں جو اس منصب کے اہل نہ ہوں یا فیصلے کرنے میں ظلم کرتے ہوں۔

فرضیت : قاضی کا تقرر فرض ہے' اس لیے کہ وہ ایک فرض کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا جاتا ہے اور فرض عدل گستری ہے۔ نظام قضاء کا قیام فرض کفایہ یعنی سب کا مشترکہ فریضہ ہے۔

حکمتیں

۱۔ بد نظمی کا خاتمہ

۲۔ لوگوں کی مشکلات کا ازالہ

۳۔ ظلم کا قلع قمع کرنا اور مظلوم کی مدد کرنا

۴۔ جھگڑے ختم کرنا

۵۔ اچھائیوں کی ترغیب اور برائیوں پر تنبیہ

منصب قضاء کی طلب

اس کی چار صورتیں ہیں :

۱۔ اگر کوئی شخص اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو یا عالم و عادل ہو اور اس ملک میں کوئی دوسرا اہل شخص موجود نہ ہو تو اس شخص کے لیے ضروری ہے کہ حقوق کی حفاظت اور شرعی احکام کے نفاذ کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور اپنی خدمات پیش کرے یعنی اس صورت میں قضاء کی طلب فرض یا واجب ہے۔

۲۔ ایک عالم اور باصلاحیت شخص ہے لیکن وہ غیر معروف ہو حکومت کو بھی اس کا علم نہ ہو اور وہ خدمت کے جذبہ سے اپنے آپ کو پیش کرے تو یہ جائز صورت ہے۔

۳۔ اگر مقصد منصب و جاہ اور اعلی عہدہ کا حصول ہے تو یہ کوشش مکروہ ہے۔

۴۔ جس میں صلاحیت ہی نہیں یا صلاحیت تو ہے لیکن اس کے مقاصد غلط ہیں' تو اس صورت میں منصب قضاء کے حصول کی کوشش حرام ہے۔

مدعا علیہ سے قسم کی صورتیں

۱۔ انکار کی صورت میں

۲۔ مدعی کے مطالبہ پر

۳۔ ثبوت کے موجود نہ ہونے کی صورت میں

۴۔ بنائے دعویٰ حقوق العباد میں سے ہو یعنی وہ خالص حق اللہ نہ ہو

۵۔ بنائے دعویٰ قابل دستبرداری پر مثلاً نکاح اور طلاق رجعی وغیرہ

وکالت : ہر وہ معاہدہ جو انسان خود کر سکتا ہے اس کے لیے دوسروں کو بھی وکیل بنا سکتا ہے کیونکہ بعض اوقات انسان خود ایک کام کرنے سے قاصر ہوتا ہے اور اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت مذکورہ احادیث سے ملتا ہے۔

قاضی کے لیے ہدایات

۱۔ قاضی کو فریق مقدمہ سے یا اپنے عملے سے ہدیہ لینا جائز نہیں ہے۔

۲۔ تصفیہ طلب معاملات میں بلا عذر تاخیر جائز نہیں ہے۔

۳۔ آرام کے اوقات کے علاوہ دروازہ پر دربان بٹھانا درست نہیں ہے۔

۴۔ قاضی اپنے والدین یا اولاد کے حق میں فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ کہ یہ مقامِ مقامِ تہمت ہے' البتہ ان کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔

۵۔ اپنے دشمن کے موافق فیصلہ کر سکتا ہے' خلاف نہیں کر سکتا۔

۶۔ قاضی کا تقرر سربراہ حکومت کرے گا۔

مصادر و مراجع (یونٹ نمبر ۲۳)

۱۔ عمر پوری، عبد الغفار حسن، انتخاب حدیث، دار العلم، اسلام آباد

۲۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم الاحادیث، ادارہ معارف اسلامی، لاہور

۳۔ ندوی، جلیل احسن، سفینہ نجات، ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۴۔ ندوی، جلیل احسن، راہ عمل، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور

۵۔ ندوی، جلیل احسن، زادِ راہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور

۶۔ نعمانی، محمد منظور، معارف الحدیث، دار الاشاعت، کراچی

۷۔ نووی، محی الدین ابو زکریا بن شرف، ریاض الصالحین، مکتبہ مدنیہ، لاہور